اس کے بعد سنہ ۱۹۳۹ء میں جرمنی نے دوسری بار جنگ کا صور پھونکا، اب کی بار یہودیوں اور اسرائیلیوں نے دل کھول کر برطانیہ کا ساتھ دیا۔ اس جنگ میں جب برطانیہ کی فتح ہوئی تو یہودیوں اور اسرائیلیوں نے اصرار کیا کہ قانونی طور پر فلسطین کو ان کا قومی وطن بنا دیا جائے۔ یہ معاملہ یو۔ این۔ او میں آیا اور فلسطین میں ایک اسرائیلی ریاست کے قیام کا حق تسلیم کر لیا گیا۔ اس حکومت کو سب سے پہلے جن بڑی بڑی حکومتوں نے تسلیم کیا وہ ہیں، امریکہ روس اور برطانیہ۔ اس ریاست کے قیام کے لئے فلسطین کی تقسیم کر دی گئی۔ ایک حصہ اردن کو دے دیا گیا۔ دوسرا اسرائیل کو، اس تقسیم کے وقت بیت المقدس (یروشلم) اردن کے حصے میں آیا۔

اب اگرچہ ریاست اسرائیل یو۔ این۔ او کا ممبر بن چکی تھی، مگر عربوں نے اسے تسلیم نہیں کیا تھا۔ اس لئے دونوں میں چھیڑ چھاڑ ہوتی رہتی تھی، حتیٰ کہ سنہ ۱۹۶۷ء میں مصر، شام اور اردن سے اس کی باقاعدہ جنگ ہوئی۔ جس میں اسرائیل ہی کا پلہ بھاری رہا۔ اور اس نے ان ممالک کے کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد پھر اسرائیل اور عرب کے درمیان اور دو لڑائیاں ہوئیں، چوتھی جنگ سنہ ۱۹۷۳ء میں ہوئی۔ اس میں تو اسرائیل نے عربوں کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

اب مصر کا صحرائے سینا، شام کی گولان پہاڑی، اردن کا بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ اسرائیل کے قبضے میں چلے گئے، اور ابھی یہ حالت برقرار ہے۔

فلسطینی مہاجرین:

تقسیم فلسطین کے بعد جو فلسطینی عرب اسرائیلی ریاست سے ہجرت کر کے شام، اردن اور لبنان کے علاقوں میں آ گئے۔ یہی وہ فلسطینی ہیں جو اپنی ایک خودمختار ریاست کے قیام کا مطالبہ کر رہے ہیں، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ کوئی ان کی باتوں پر کان نہیں دھرتا تو انہوں نے دہشت گردی کا سلسلہ شروع کیا کہ اس دورِ فتن میں یہ بھی اپنے مطالبات منوانے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے حکومت اسرائیل نے فیصلہ کیا کہ تمام انسانی حقوق اور بین الاقوامی قوانین کو بالائے طاق رکھ کر فلسطینیوں کو مار ڈالا جائے چنانچہ اسرائیل نے اپنی منظم ہوائی اور بری فوج کے ذریعے بے چارے نہتے فلسطینیوں کے کیمپوں پر حملے کیے اور ان کا اسی طرح قتل عام کیا جس طرح آشوری بادشاہ شالمنزار نے کلدانی بادشاہ بخت نصر نے رومی شہزادہ طیطس نے اور موجودہ دور میں جرمنی کے ہٹلر نے ان کا قتل عام کیا تھا۔ اور ابھی صابرہ اور شتیلہ کے قتل عام کی آواز فضا میں گونج ہی رہی تھی کہ فلسطینی کیمپوں کو بالکل اجاڑ ڈالا گیا۔ اور پی۔ ایل۔ او کے صدر یاسر عرفات اپنے کچھ ہزار حامیوں کے ساتھ تریپولی سے نکل جانے پر مجبور ہو گئے۔ یہ اب دنیا کے مختلف ممالک میں بکھر گئے ہیں۔ ان کے مستقبل کا اب ہمیں کوئی علم نہیں۔ دیکھیں ان کی مدد کے لیے دنیا کا خفتہ ضمیر کب بیدار ہوتا ہے۔

یہ ہے بنی اسرائیل کی تاریخ اور اس کا قومی کردار۔

ختم شد

عبدالرزاق کرد علی

فیضان احمد شعبہ عربی علی گڑھ

(۶)

(۴) اقوالنا وافعالنا:-

یہ کتاب دار احیاء الکتب العربیہ مصر سے ۱۹۴۶ء میں ۲۱۴ صفحا[illegible]
پر شائع ہوئی کرد علی نے اس کتاب میں ملکی سیاست اور معاشرتی [illegible]
مسائل کو موضوع بحث بنایا ہے اور اس ضمن میں اپنے معاصر [illegible]
ان کے نقطۂ نظر اور ان کے اندر موجود حسن و قبح سے بھی گفتگو [illegible]
کو شاہ فاروق کے نام انتساب کرتے ہوئے کرد علی [illegible]
میں میں نے اجتماعی مسائل اور اپنے معاصرین کے [illegible]
کیا ہے۔ سلہ

کتاب میں چالیس مقالات ہیں اور ہر ہر مقالہ [illegible]

سلہ :- ملاحظہ ہو کتاب کا مقدمہ۔

وسعت مطالعہ اور دقت نگاہ کا آئینہ دار ہے انہوں نے حالات و واقعات اور
معاصرین شخصیات کی تصویر کشی ایسے حسین اسلوب اور طرز نگارش میں کیا ہے کہ
پڑھنے والے کے سامنے پورا نقشہ گھوم جاتا ہے۔ پروفیسر جبری نے اس کتاب پر
تبصرہ کرتے ہوئے بہت خوب لکھا ہے ــــ "کرد علی کی نگاہ اندرون سماج
تک پہنچتی ہے، اس کی خامیاں اس کے اخلاق و عادات اور اقدار کوئی بھی
چیز اس سے اوجھل نہیں ہو پاتی۔ مفاسد اخلاق کے تمام مظاہر، کذب و افتراء
حسد و نفاق، بخل و اسراف ان سب کا وہ نصف صدی تک مطالعہ کرتی
رہی ہے۔ سماج کے چھوٹے بڑے لوگوں سے اس کا میل میلاپ ہو [illegible]
خامیاں اور خرابیاں اس کے سامنے مجسم [illegible] [illegible] ان کے خود
ان کے اخلاق و عادات کو اپنے ہاتھوں سے مس کیا ہو، ان کی حملوات
دریا دو گوئی کو اپنے کانوں سے سنا ہو، ان کی منفرت [illegible] اس کے دین
[illegible] ان کی سیاست و ڈپلومیسی سب کی سب اس کے سامنے...
[illegible] ہو، ان تمام چیزوں کا مرقع اور آئینہ کرد علی کی کتاب اقوالنا
[illegible] ہے۔ [illegible] درحقیقت [illegible] ار مغز، با شعور اور حساس فرد
[illegible] چیزوں [illegible] اس کے باطن [illegible] لکھا
[illegible] اقدامات [illegible]
[illegible] ذہنیت [illegible] کو سمجھے [illegible] کتاب
[illegible] اور
[illegible] عادت اور سوانح [illegible]

[illegible] جبری [illegible]

اس کے رد عمل اور اظہار سے اس کی شخصیت کے اندرونی عناصر کا آسانی سے پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ کرد علی نے اپنے مزاج کے متعلق پہلے ہی مقالہ میں لکھا ہے "ایک بزرگ مجھے اس شخص سے رضامند ہونے پر آمادہ کر رہے تھے، جس نے میرے احسانات کا جواب بدسلوکی سے دیا تھا اور دشمن وہ غلط کار ہے جس حسن سلوک کا حدیث نبوی میں حکم دیا گیا ہے اس کا حوالہ دے رہے تھے تو میں نے ان سے کہا، میں بھی ان چیزوں سے بنا ہوں جس سے ان کی تخلیق ہوئی ہے۔ خون، گوشت، رگ اور ہڈی میرے اندر بھی موجود ہے تو جب خون گرم ہوتا ہے تو ابال آ ہی جاتا ہے، رگیں جب تنتی ہیں تو ہیجان برپا ہو جاتا ہے، مجھے بھی وہ باتیں خوش کرتی ہیں جس سے وہ خوش ہوتے ہیں، میں بھی ان چیزوں سے ناراض ہوتا ہوں جن سے وہ ناراض ہوتے ہیں، میں بد اخلاق اور بدسلوکوں سے دوری کو زیادہ مناسب سمجھتا ہوں، ایسوں سے مجھے کسی چیز کی امید نہیں ہوتی، میں ان سے اپنے چہرے کو پھیر لیتا ہوں اور پھر دوبارہ ان کی طرف نگاہ نہیں اٹھاتا[1]۔ کرد علی کے مزاج کے صحیح ادراک کے لئے اس کی یہ عبارت بہت کافی ہے ایک محقق کے لئے مزاج کی یہ تیزی اور تندی اس سے بڑے بڑے کام کرا دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ کرد علی نے اس مزاج اور طبیعت کی وجہ سے جو کچھ پیش کیا ہے وہ بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے[2]۔

کرد علی کا خون پہلے ہی مقالہ میں گرم ہو جاتا ہے اور بد قماش لوگوں پر یوں برستے ہیں۔ "ہم نے سزا یافتوں سے کہا اپنی عادت کو ترک کر دو۔ اس پردہ

---

[1]:- ملاحظہ ہو کتاب کا مقدمہ،

[2]:- محاضرات عن کرد علی، شفیق جبری، ص ۱۵۶۔

ے اور تعجب کا اظہار کیا، قمار بازوں سے کہا جوا اور سٹہ چھوڑ دو، تو
ں نے کہا ہم اپنے بارے میں زیادہ سمجھتے ہیں انہوں نے ہماری نصیحت کا
ق اڑایا اور ہمارے اوپر پھبتیاں کسیں، بخیلوں کو بخالت کے انجام سے باخبر
، تو انہوں نے اعتدال اور میانہ روی نہیں اختیار کی۔ شاہ خرچ لوگوں کو
کی شاہ خرچی کے تلخ عواقب اور نتائج سے باخبر کیا تو انہوں نے ہماری
ت کو کوئی وزن نہیں دیا، جھوٹوں کو ان کے جھوٹ کے انجام اور اثرات
باخبر کیا، تو انہوں نے سچ بول کر نہیں دیا بلکہ گونگے اور بہرے ہوگئے،
انہوں نے خیال کیا کہ ہم ان کو مغالطہ میں مبتلا کر رہے ہیں نتیجتاً ہماری نصیحت
انہوں نے مزید استکبار اختیار کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ شرابی اپنے شراب میں
باز اپنی قمار بازی میں، بخیل اپنی بخالت میں، فضول خرچ اپنی فضول خرچی
اور جھوٹے اپنے جھوٹ میں مست رہے اور ہماری عمر امیدوں اور خواہشات
میں گزر گئی۔ اس راہ میں جد وجہد کا ثمرہ ہم کو عشر عشیر بھی نہ ملا تو کیا کوئی شخص
بات کی امید کر سکتا ہے کہ سوکھی ٹہنی کو سرسبزی و شادابی نصیب ہو گی
دہ جسم میں روح حیات جاگے گی۔[1]

اس عبارت کو پڑھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کرد علی متعلقہ افراد
مجالس میں شریک ہوتے ہیں ان کے رویوں اور سلوک سے کبیدہ خاطر ہوتے
اور غصہ اور جذبات سے بھر جاتے ہیں۔ ڈانٹ دھتکار اور زجر و توبیخ
بعد مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں، لیکن جذبات کو سکون نہیں ہوتا ہے،
تسکین جذبات کے لئے کاغذ و قلم کا سہارا لیتے ہیں اور صفحۂ قرطاس پر

---

(۱) محاضرات عن کرد علی، شفیق جبری، ص ۷۶ - ۷۷ -

اپنے جذبات کو انڈیلتے چلے جاتے ہیں، اسی طرح کے جذبات واحساسات کا اظہار انہوں نے پوری کتاب میں کیا ہے، چشم پوشی، صبر و استقلال، عفو و درگذر جو مصلحین کا شیوہ ہے کرد علی اس سے بڑی حد تک عاری نظر آتے ہیں بلکہ وہ اس نظریے کے حامی تھے کہ بڑے لوگوں کے نظریات و افکار کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق و عادات، رہن سہن اور سیرت و کردار بھی قومی میراث ہے اس وجہ سے قوم کو ان کی غلط روی اور خراب عادات و اطوار سے باخبر کرنا بھی امانت و دیانت کا تقاضا ہے لیکن جمہور ان چیزوں کو پس پردہ ڈال کر صرف ان کے حسنات کا تذکرہ کرتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے غلط اثرات سے قوم محفوظ نہیں رہ پاتی، کرد علی کا کہنا ہے کہ میں برائی سے بہر قیمت نفرت کرتا ہوں اور بڑے لوگوں سے چشم پوشی میرا شیوہ نہیں، عدل و انصاف کو محبوب رکھتا ہوں، اسی وجہ سے جو اس کی اساس پر تیشہ چلائے گا، اس کو نظر انداز نہیں کروں گا، میں سیدھے اور سچے نظام کا قائل ہوں، اور اپنے نفس کو غلط کاروں سے کسی اصلاح کی امید میں مغالطہ میں نہیں رکھتا ہوں۔ لہ کرد علی کا یہ غصہ اور غضب بڑی حد تک مبنی بر حقیقت ہے کیونکہ قوم کی راہ میں وہ مرحلہ سب سے زیادہ پرمحن اور آزمائش کا ہوتا ہے جبکہ اس کے قائدین اور سربراہوں کے دلوں میں ریاکاری اور نفاق کے جراثیم سرایت کر جاتے ہیں اور وہ قوم کو اپنے مفادات، ذاتی منفعتوں کے پیش نظر استعمال کرنے لگتے ہیں۔ کرد علی کا دور سیاسی اضطراب اور انتشار کا دور ہے ملک سے غیر ملکی تسلط کو ختم کرنے کے لئے آزادی کی تحریک [illegible]

لہ [illegible]

فیصد ہونے جا رہا ہے، ان تمام مراحل میں کرد علی ایک بے باک صحافی، ماہر نفسیات ادیب و فنکار کی حیثیت سے وقت کی نبض پہ ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ تمام افراد کی سیرت اخلاق، نظریات و افکار کا تانا بانا ان کی نگاہوں کے سامنے بنا جاتا ہے۔ اس وجہ سے مذکورہ صفات سے متصف شخص جب حالات اور حوادث کی گہرائیوں میں ڈوب کر حقائق سامنے لائے گا۔ اور وہ خود ان حقائق کا عینی گواہ بھی ہو تو اس پر کسی طرح سے بھی غلط بیانی یا ملمع سازی کا الزام نہیں لگایا جا سکتا لیکن ان حقائق کی قیمت اس وقت بڑھ جاتی ہے جب اس میں ایک درد مند دل کے احساسات و جذبات کا بھی اضافہ ہو جاتے جس کو اپنی قوم و ملت سے گہرا لگاؤ ہو، اس کے دکھ و درد میں وہ برابر کا شریک ہو اور اس کی تعمیر و ترقی اس کا بہت بڑا ہاتھ رہا ہو، ظاہر بات ہے کہ ایسی صورت حال میں اگر کچھ منافقین، ریاکار اور قوم و ملت کو اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے تحت فروخت کرنے والے لوگ ہوں تو اس کا سلوک ان کے تئیں کیا ہوگا؟ صرف یہی کہ ان کے حسین لبادے اور نقاب کے پیچھے جو مکروہ چہرہ ہے اس کو جمہور کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ قوم ایسے لوگوں کے فریب میں نہ آئے، کرد علی نے اس کی طرف یوں اشارہ کیا ہے، ”ہم نے بہت سے ماہرین سیاست داں کو دیکھا کہ وہ ملک کو اپنے ذاتی منفعت کے حصول اور اونچے مناصب تک پہنچنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں، لوگوں کی مال و دولت اور اوقات کو لایعنی اور عبث کاموں میں ضائع کر رہے ہیں جس کا فائدہ ان کی ان کو پہنچتا ہے اور یہ چیز وطن کے حقیقی مقاصد سے براہ راست ٹکر کھا رہی ہے۔“[1]

---

[1] المعاصرون، کرد علی، ص ۲۸۔

کرو عمل منافقین اور غلط کار لوگوں کے تذکرے سے جب فارغ ہوتے ہیں، تو ان کے جذبات و احساسات سرد پڑ جاتے ہیں اور بقیہ موضوعات پر اسی سنجیدگی، متانت اور استدلالی انداز میں گفتگو کرتے ہیں جو ان کی ذات کا خاصہ ہے۔ ایک جگہ مسلمانوں کے زوال پر یوں رقمطراز ہیں۔ "امتِ مسلمہ پر حرکت کی بہ نسبت جمود کے ادوار زیادہ گزرے ہیں، اوّل الذکر سے اس کا سر بلند ہوتا ہے اور اس کی عظمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ جبکہ مؤخر الذکر سے اس کو شرمندگی اور افسوس حاصل ہوتا ہے، جمود اور بے حرکتی کا سبب کم عقل بادشاہ اور فقہاء تھے، بادشاہوں نے حکومت اور نظام سلطنت کو برباد کیا، اور فقہاء نے دین و عدالت کو، ان دونوں کی بربادی سے عقل میں ضعف پیدا ہوا، صلاحیتوں میں زنگ لگ گیا، اور تہذیبی ارتقاء رک گیا، جب قوائے نفع بخش نہ ہوں اور عقلوں کے غور و فکر میں جدت نہ ہو تو اس کا دائرہ محدود ہو جائے گا اور وہ ضعف و اضمحلال کا شکار ہو جائیں گی، اور یہی انسان کی ہلاکت اور تہذیب کی موت ہے، امت کا ماضی دین اور تہذیبی ارتقاء کے اساس پر قائم تھا، لیکن جب یہ اساس منہدم ہوئی دین بھی کمزور ہو گیا، اور لوگوں نے چند ظاہری مراسم ہی کو پورا دین سمجھ لیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت کی پستی اور انحطاط میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا اور مغربی قومیں اپنے علم و فن اور جدید نظریات و افکار کی وجہ سے ان سے آگے ہو گئیں، سائنسی ایجادات و اختراعات کی وجہ سے ہر طرح کی فارغ البالی اور خوشحالی ان کے قدموں میں آگئی ہے، لیکن امتِ مسلمہ قناعت کے اس جذبہ پر عمل پیرا ہو گئی ہے کہ آج کی روزی کا انتظام ہو جائے اور کل کا مالک کل کے لئے کرے گا، اس سے بڑھ کر ضلالت اور گمراہی کیا ہو گی لیکن ستم ظریفی دیکھئے، کہ جب کوئی مصلح

اٹھتا ہے اور صورت حال کی خرابی کے عواقب و نتائج سے باخبر کرتا ہے تو اس کو جلا وطن کیا جاتا ہے، زندان کے حوالے کیا جاتا ہے۔ اور اس پر جنون اور خلل دماغ کا الزام لگایا جاتا ہے[۱]۔

۵۔ غرائب الغرب :۔

یورپی ممالک کی ترقی اور تہذیب و تمدن سے مشرق عرصۂ دراز سے واقف تھا۔ مشرق کے خوشحال گھرانوں کے افراد وہاں تعلیم کی غرض سے جاتے اور مستفید ہو کر جب آتے تو اونچے مناصب پر فائز ہو جاتے، کرد علی کی بھی عرصۂ دراز سے خواہش تھی کہ یورپی ممالک کا علمی سفر کیا جائے، وہاں کی تہذیب، تمدن، علمی اور تجارتی مراکز اور علماء و فضلاء کا قریب سے جائزہ لیا جائے۔ یہاں کی لائبریریوں اور اکیڈمیوں میں رہ کر علم و حکمت کے موتی سمیٹا جائے بلکہ یہ خواہش مختلف حالات کے پیش نظر پایۂ تکمیل تک نہ پہونچ سکی، لیکن جب حالات سازگار ہوتے تو انھوں نے یورپ کا تین مرتبہ علمی اور مشاہداتی سفر کیا، اور اپنی خواہش کے مطابق تمام چیزوں کا گہرائی سے جائزہ لیا، سفر اور جائزہ کے درمیان وہ اپنے تاثرات کو قلم بند کرتے چلے گئے اور ان کے انھی تاثرات کا مجموعہ غرائب الغرب ہے۔

سفر نامہ میں تاثرات اور مشاہدات کے درمیان توازن ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر وہ مشاہدات ہی تک محدود رہے تو بجائے سفرنامہ کے ایک جغرافیہ کتاب بن کر رہ جائے گا، اس طرح اگر تاثرات کو زیادہ اہمیت دی گئی تو

۱۔ محاضرات محمد کرد علی، شفیق جبری ص ۲۳۱ - ۲۳۲۔

پڑھنے والے کو ان سے محسوس حقائق او جھل ہو جائیں گے اور سفر نامہ ایک عام واقعات کا گلدستہ بن کر رہ جائے گا۔ اس لئے کامیاب فنکار وہ ہے جو حقائق اور نتائج کے امتزاج سے اپنے احساسات اور تاثرات کو اس انداز میں پیش کرے کہ پڑھنے والا اس کے تاثرات سے بھی مسحور ہو اور خیالات اور واقعات سے واقفیت بھی حاصل کرے۔ اس لئے اچھے سفرناموں میں تاریخ، جغرافیہ، ادب و شاعری کا حسین امتزاج ہوتا ہے اور ہر شخص اپنے مزاج و طبیعت کے مطابق اس سے استفادہ کرتا ہے۔ اگر اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو کرد علی کے غرائب الغرب میں اچھے سفرناموں کی تمام خوبیاں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

غرائب الغرب میں کرد علی نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ جہاں بھی جائیں وہاں کی سیاسی، سماجی، اور ادبی رجحانات کا جائزہ لیں پھر اس ملک کی مختصر تاریخ، جغرافیہ اور سیاسی صورتحال پیش کرنے میں ان کا قلم بہت محتاط اور سنجیدہ ہے، لیکن جہاں تک تاثرات کا تعلق ہے وہاں ان کا ادبی مزاج اور شاعرانہ ذوق ابھر آتا ہے، اپنے احساسات اور جذبات، حسین مقامات اور سہانے لمحات کی ایسی حسین اور دلکش تصویر کشی کرتے ہیں کہ پڑھنے والا جھوم اٹھتا ہے۔ ان کی عبارتوں میں لفاظی اور سخن آرائی نہیں ہوتی بلکہ سلیس اور سادہ جملوں میں زندگی پیدا کر دیتے ہیں جن میں فکری بلندی اور اور احساسات کی نزاکت کا احساس ہوتا ہے، وہ یورپ کے تمام ملکوں کی چیزوں کا بڑی فراخ دلی سے ذکر کرتے ہیں بلکہ یورپ کی جدید ترقی کو انسانی فکر و تہذیب کی معراج تعبیر کرتے ہیں دوسری طرف وہ مغرب کی اس پالیسی پر کڑی تنقید کرتے ہیں کہ اس نے اپنی مصلحت اور انانیت کی خاطر مشرق کے کروڑوں انسانوں کے عزم و حوصلہ کو پست کیا، بلکہ اس کی قوت تخلیق

کو ختم کر دیا ۔ غرائب الغرب میں مغرب اور مشرق کی کشمکش کے اسباب کی نشاندہی بھی ہوتی ہے اور اس میں کرد علی کے تحقیقی اور تخلیقی ذہن و مزاج دونوں کی صحیح تصویر ملتی ہے۔[1]

کرد علی کے عہد کے مشہور مترجم اور ادیب احمد فارس شدیاق تھے ، انھیں مغربی ممالک میں سیاحت کا موقع ملا ، انہوں نے اپنے تاثرات اور سفرنامہ کے احوال و وقائع پر مشتمل دو کتابیں " الواسطۃ فی معرفۃ احوال مالطۃ " " کشف المخبا عن فنون اوربا " لکھیں ، شدیاق ایک سماجی مصلح تھے انہوں نے مغرب کو ایک سیاح کی نگاہ کے ساتھ ساتھ ایک مصلح کی نگاہ سے بھی دیکھا ، مغربی تہذیب و تمدن کے محاسن کے ساتھ ساتھ ان کی نگاہیں اس کے معائب تک بھی پہنچیں اور اس تناظر میں انہوں نے مشرق کا مطالعہ کیا ، یہی وجہ ہے کہ کتاب میں انہوں نے جہاں مغربی تہذیب و تمدن کے محاسن کو اجاگر کیا ، اور مشرق کو اس کے اختیار کرنے پر اکسایا ، اس کے ساتھ اس کے معائب سے اجتناب کرنے کی تلقین بھی کی ، احمد فارس شدیاق کے سفرناموں کی روشنی میں جب ہم کرد علی کے سفرنامہ غرائب الغرب کا مطالعہ کرتے ہیں تو دونوں میں بڑی حد تک مشابہت پاتے ہیں ، کرد علی اپنے سفرنامہ کا مقدمہ یوں تحریر کرتے ہیں :- " یہ فقلیں اور مقالات بلکہ آہیں اور نالہ و شیون ہیں جن کو میں تحریر کر رہا ہوں ، یہ مغرب کے اثرات و نقوش اور میرے تاثرات کا تعارف ہے جو یورپ کے تین مرتبہ زیارت کا نتیجہ ہیں ۔ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ ان سطور میں اس سحر انگیز تمدن کی عکاسی کا اتنا ہی حصہ شامل ہے جو ایک مسافر یا مہمان کے نصیبے میں ہوتا ہے "۔[2]

---

[1] اسلام اور عصر جدید ۱۹۷۲ء ص ۹۴ -

[2] غرائب الغرب ، کرد علی ، ص ۲ -